ڈاکٹر زاہد منیر عامر

مولانا ظفر علی خان......محفلِ اِناث میں (کچھ نادِر تحریریں)

This article has explored some unique writings of Molana Zafar Ali Khan. Due to this discovery some new angles of Molana's writing style have been found.

مولانا ظفر علی خان (۱۸۷۳ء......۱۹۵۶ء) ہماری تاریخ کا ایک ناقابل فراموش نام ہیں ان کا تعارف ان کی بے باک صحافت، بے مثال بدیہہ گوئی اور زندہ تراجم کے باعث عام ہے وہ اپنے وقت کے ایک معروف ہی نہیں مقبول راہ نما بھی تھے جن کی مقبولیت کی ایک سطح تو وہ ہے جو ان کے کمالات اور قومی خدمات کے باعث معرضِ ظہور میں آتی رہی، خاص طور پر ۱۹۱۳ء کی جنگ طرابلس و بلقان کے موقع پر ان کے سفر ترکی و یورپ، خلیفۃ المسلمین سے ملاقات اور اس دوران میں زمیندار کے جرات مندانہ کردار نے مسلم معاشرے میں ان کی قبولیت میں بہت اضافہ کر دیا تھا، اس مقبولیت کا اظہار ان کی عوامی زندگی میں وقتاً فوقتاً ہوتا رہا خاص طور پر روزنامہ زمیــنــدار کی ضبطیوں اور قرقیوں کے موقع پر معاشرے کی طرف سے ملنے والی تائید و حمایت جس میں مالی امداد تک شامل ہوتی تھی۔ پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخابات میں ان کی کامیابی وغیرہ۔ اعتراف کے ان مظاہر کے باوجود ایک سطح وہ بھی تھی جو کبھی معرضِ ظہور میں نہیں آئی یہ ان کے وہ قارئین اور مداح تھے جن کے دلوں میں ان کی قومی خدمات کے باعث عقیدت و محبت کا چراغ روشن ہوا لیکن اس کا اظہار نہ ہو سکا، یہ گروہ فقط طبقہء ذکور ہی پر مشتمل نہیں برصغیر کے روایتی سماج میں عقیدتوں کو سینے میں چھپائے رکھنے والا طبقہء اِناث بھی اس میں شامل تھا۔ یہ مولانا کے سوانح اور شخصیت کے مطالعے کا ایک نیا رخ ہے۔ یہ مطالعہ اس لیے بھی اہم ہے کہ ہر انسان کی طرح مولانا کی زندگی میں کچھ نج کے پہلو بھی تھے جن سے ادب کا قاری واقف نہیں بڑے لوگوں کی نجی زندگی بھی قومی اہمیت کے امور سے تہی نہیں ہوتی اس لیے ان کی زندگی کو اس پہلو دیکھنا بھی افادے سے خالی نہیں ہوتا۔ ہمارے اس خیال کی تائید ان تحریروں سے بھی ہوتی ہے جو آئندہ سطور میں پیش کی جا رہی ہیں، یہ کلام اور خط اس سے پہلے شائع نہیں ہوئے۔

اس عہد میں مسلم گھرانوں میں خواتین کے لیے تعلیم و تعلم کا زیادہ رواج نہیں تھا اور نہ ہی قومی منظر نامے، میں بعض استثنائی مثالوں کو چھوڑ کر، خواتین کا کوئی کردار دکھائی دیتا تھا لیکن مولانا ظفر علی خان کی مقبولیت، پردے اور روایت کی پابندی کے باوجود کس طرح اندرونِ خانہ پہنچ چکی تھی، اس کی مثالیں اس عہد کی ایک ممتاز اور منفرد شاعرہ زاہدہ خاتون شروانیہ (دسمبر ۱۸۹۴ء......۲/فروری ۱۹۲۲ء) کے خطوط اور ڈائری میں دیکھی جا سکتی ہیں، جو ’ز خ ش‘ کے قلمی نام سے ملک کے ادبی رسائل میں لکھتی رہتی تھیں اور علی گڑھ کے نواب مزمّل اللہ خان کی صاحب زادی تھیں۔ ز خ ش کی ڈائری کے اوراق حال ہی سامنے آئے ہیں، مولانا ظفر علی خان کا اخبار زمیندار اپنی استعمار دشمنی کے باعث بار بار انگریزی حکومت کے عتاب کا نشانہ بنتا تھا جس کے نتیجے میں ضمانت طلبی اور اخبار کی بندش ایسی سزائیں دی جایا کرتی تھیں۔ ۱۹۱۴ء میں جب اخبار پر پابندی عاید کی گئی تو اس حوالے سے ز خ ش کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں:

”آج کل کی غیر معمولی پریشانی کا باعث وہ آفت ناگہانی ہے جو پیارے زمیــنــدار پر ضبطی پریس کی شکل میں نازل ہوئی ہے میں زمیندار کو بہت محبت کرتی تھی اور اس کو خــاتــون[1] کی طرح خاص اپنا اخبار سمجھتی

تھی اس لیے اس کی موت کا قلق ہونا ناگزیر تھا لیکن نہ اتنا قلق کہ رات کو بار بار فرطِ غم سے آنکھ کھل جائے اور پھر صبح تک نہ لگے۔۔۔۔۔۔باوجود یہ کہ ''الہلال''(۲) میری جان اور 'ہمدرد''(۳) مجھے بہت عزیز ہے لیکن جو خصوصیت مجھے اس مرحوم اخبار (آہ......مرحوم) سے تھی وہ کسی اور سے نہیں اور یہ تخصیص اس کی مظلومیت و محسودیت کی وجہ سے تھی۔کوئی اخبار شاید دنیا بھر میں اس قدر محسودِ عالم نہیں ہوگا جیسا یہ میرا 'زمیندار' تھا۔افسوس بھائی ظفر(۴) کے دل پر عالم غربت میں کیا گزرتی ہوگی۔بارہ ہزار نقد ضمانت کا قرض ابھی ادا نہیں ہوا تھا کہ تقریباً بیس ہزار کا یہ جھٹکا اور لگا۔کل پیسہ(۵) نے یہ جدید خبر سنائی کہ زمیندار پریس بھی قرضے میں مکفول تھا اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ قرض خواہ اپنے فوائد کے لیے کیا کارروائی کرے''(۶)

اپنے عہد کی ایک عبقری خاتون کی طرف سے عقیدت و محبت کا یہ انداز اس دور کے تعلیم یافتہ طبقہ اناث میں مولانا ظفر علی خان کے مقام و مرتبے کا اندازہ دلانے کے لیے کافی ہے اور جب یہ پہلو بھی مدِ نظر رکھا جائے کہ زخ ش کا مولانا ظفر علی خان سے ذاتی یا شخصی سطح پر کبھی کوئی رابطہ بھی نہیں ہوا، یہ عقیدت غائبانہ ہے تو اس عقیدت کے وزن اور وقعت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، زاہدہ خاتون ایک خط میں لکھتی ہیں:

''زمیندار سے مجھے اس کے ابتدائی دور اول (کذا) سے خصوصیت پسندیدگی رہی ہے اور اس نے بھی از راہِ کرم میری نظموں سے بہت اعتنا کیا ہے نظموں کے علاوہ نہ تو میں نے مضمون نگاری کی ہے اور نہ اس کے قابل ایڈیٹر سے ذاتی تبادلہ خیالات کیا۔ایڈیٹر صاحب ممدوح کو یقیناً زخ ش کا پتہ تک نہیں معلوم......(۷)

جس زمانے میں انگریزی حکومت نے زمیندار بند کر کے مولانا ظفر علی خان کو کرم آباد میں نظر بند کر دیا تھا تو اس زمانے میں مولانا کو بہت کوششوں کے بعد ایک غیر سیاسی ادبی ہفت روزہ جاری کرنے کی اجازت مل گئی تھی جو اگست ۱۹۱۷ء میں ہفتہ وار ستارہء صبح کے نام سے جاری ہوا، اس اخبار میں مولانا نے علمی ادبی اور دینی موضوعات پر کُھل کر لکھا اور یہ ہفت روزہ جلد ہی ایک مقبول اخبار بن گیا۔زاہدہ خاتون اسی ستارہ صبح کے بارے میں ایک خط میں لکھتی ہیں:

''ستارہء صبح کے نام پر ایک بات یاد آ گئی، محترم خواجہ صاحب سے یہ بڑی غلطی سرزد ہوگئی کہ انھوں نے مقتدائے ملّت ،اوّلین علمبردارِ صداقت مولوی ظفر علی خان کو میدان صحافت سے بالفاظ ناصح روح کو جسم سے نور کو آگ سے اور دل [کو] پہلو سے جدا کر دیا

ستم کردی الٰہی زندہ باشی

میں ستارہء صبح کا روز مرّہ من اوّلہ الی آخرہ مطالعہ کرتی تھی۔اس کے خراب چھاپے اور اپنی آنکھوں کی کم زوری کی بھی میں کچھ پرواہ نہ کرتی تھی''۔(۸)

ظفر علی خان کے قومی کارناموں کی بنا پر قوم کی بیٹیوں کے دلوں میں ان کی جو قدر و منزلت پیدا ہو چکی تھی وہ اس اظہار سے بھی زیادہ تھی جو منقولہ خطوط میں ہو رہا ہے عقیدت و محبت کا یہ رنگ اتنا گہرا اور ان کی قومی خدمات کا احساس اتنا قوی تھا کہ ان کی مصیبت کا سن کر اپنی ذاتی زندگی میں خود پر پابندیاں عاید کی جاتی تھیں۔زاہدہ خاتون شروانیہ کی بہن نگہت شروانی اپنے ایک خط میں لکھتی ہیں:

''جب محمد علی، شوکت علی، آزاد، ظفر علی خان نظر بند ہوئے تھے تو میں نے اور زاہدہ خاتون نے بہ معیت انیسہ خاتون قسم کھائی تھی کہ جب تک ہمارے یہ مظلوم لیڈر رہا نہ ہوں گے ہم تمام محبوب و مرغوب اشیا برابر ترک کیے رہیں گے چنانچہ ہم دونوں نے اور ہماری تقلید میں انیسہ خانم نے بھی مچھلی، انڈا قیمہ (کباب کوفتہ) ٹوسٹ بسکٹ پھول مہندی وغیرہ وغیرہ ترک کر دیے اور پانچ سال تک برابر (جب تک یہ لوگ رہا نہ ہوگئے)

سختی کے ساتھ ان چیزوں کا بائیکاٹ جاری رکھا،

اس خط میں آگے چل کر نگہت خاتون شروانیہ نے لکھا:

''ظفر علی خان کے کتے نے کاٹا (۹) تو نمازوں میں بجز اسی دعا کے تمام دعائیں ہم دونوں کو بھول گئی تھیں...... ''(۱۰)

نگہت اور زاہدہ شروانیہ کے ان احساسات سے اس زمانے میں قوم کی بیٹیوں کے دلوں میں ظفر علی خان کے لیے جنم لینے والی محبت وعقیدت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

زاہدہ خاتون اور نگہت خاتون کی طرح، ہریانہ کے ایک جاگیردار رانا جلال الدین کی بیٹی شہزادہ بیگم کے دل میں بھی ظفر علی خان کے لیے عقیدت وارادت کی شمع روشن ہوئی۔۱۹۱۲ء میں انھوں نے جنگ طرابلس وبلقان کے موقع پر چندے کے لیے مولانا ظفر علی خان کی اپیل پر لبیک کہا اور ہریانہ میں ایک محفل میلاد منعقد کر کے اس میں تقریر کی جس کے نتیجے میں خواتین نے اپنے زیورات تک اتار کے چندے میں دے دیے یوں انھوں نے قریباً تیس ہزار روپے مالیت کا چندہ زمیندار کے ترکی فنڈ میں جمع کروایا۔

مولانا ظفر علی خان کی ایک بہن حمیدہ بیگم بھی قلم کار تھیں،اور تہذیب نسواں وغیرہ خواتین کے رسائل میں ح ب کے قلمی نام سے لکھا کرتی تھیں۔اس زمانے میں ح۔ب اور شہزادہ بیگم میں بھی دوستانہ تعلق قائم ہوا۔انھی کی دعوت پر شہزادہ بیگم ایک بار ۱۹۱۸ء میں کرم آباد بھی آئیں اور انھوں نے یہاں پندرہ روز تک قیام کیا۔اس دوران میں مولانا ظفر علی کان نے اس بہادر اور قابل خاتون سے اپنے اکلوتے بیٹے اختر علی خان کے لیے ان کی بیٹی خورشید کا رشتہ مانگ لیا۔شہزادہ بیگم نے یہ رشتہ منظور کر لیا اور دونوں کی منگنی کی رسم کر دی گئی لیکن رخصتی سے پہلے ۱۹۱۸ء میں شہزادہ بیگم کا انتقال ہو گیا جس پر رخصتی ایک سال کے لیے ملتوی کر دی گئی۔

شہزادہ بیگم ہوشیار پور کے وکیل رانا فیروز الدین کی اہلیہ،تعلیم یافتہ اور ادبی ذوق کی حامل تھیں اور ان کی تحریریں نسوانی دنیا(۱۱) اور تہذیب نسواں (۱۲) وغیرہ رسالوں میں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ان کی طرف سے حسن عقیدت کے اظہار پر ظفر علی خان کی طرف سے قدر دانی ظاہر ہوئی انھوں نے شہزادہ بیگم کے استفسارات کے جواب دیے بلکہ بعض صورتوں میں ظفر علی خان نے شہزادہ بیگم کے نام منظوم خطوط بھی لکھے۔

شہزادہ بیگم کی قابلیت اور قومی خلوص کے باعث ظفر علی خان نے انھیں اپنی منہ بولی بہن بنا لیا تھا،اپنے اشعار میں انھیں بلبل ہریانہ کا خطاب دیا۔

۳رنومبر ۱۹۱۸ء کو شہزادہ بیگم کی چھوٹی بیٹی زبیدہ بیگم صرف بارہ برس کی عمر میں بمقام راولپنڈی انتقال کر گئی،شہزادہ بیگم کے لیے معصوم بیٹی کی جدائی صدمہ جانکاہ ثابت ہوئی اور اس کے محض دس دن بعد ۱۳رنومبر ۱۹۱۸ء کو شہزادہ بیگم بھی حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئیں۔اس وقت ان کی عمر محض ۳۴ برس تھی،مولانا ظفر علی خان نے شہزادہ بیگم اور زبیدہ بیگم دونوں کے مرثیے کہے جو آئندہ سطور میں شائع کیے جا رہے ہیں (یہ مرثیے مولانا کے کسی مجموعہ کلام میں شامل نہیں) ان کے علاوہ بھی شہزادہ بیگم کے نام ان کے منظوم پیغامات دستیاب ہیں۔آئندہ صفحات میں پیش کیا جانے والا ۱۳/ مارچ ۱۹۱۸ء کا خط انھی شہزادہ بیگم کے نام ہے جس سے مولانا کی حمیتِ دینی چھوٹوں کی سرپرستی اور ان کے لیے توجہ اور محبت کے جذبات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے،یہ خط خاص طور پر خود مولانا کے معمولاتِ حیات اور نماز ایسے اسلامی حکم کے ساتھ ان کے تعلق پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

اس خط سے پہلے شہزادہ بیگم کے نام مولانا کے منظوم پیغامات درج کیے جاتے ہیں۔شہزادہ بیگم کے نام یہ تمام پیغامات اور ان پر درج پس منظری سطور مولانا ظفر علی خان کی پوتی اور اختر علی خان مرحوم کی صاحب زادی محترمہ ریحانہ خاتون (۱۳) کی

فراہم کردہ ہیں، ان کے منقولہ متن کے بعض مقامات کی تو تصحیح ہو سکی ہے لیکن بعض مقامات ہنوز تصحیح طلب ہیں ایسے مقامات کو قلّابین میں محدود کر کے ان کے سامنے علامت استفہام کا اضافہ کر دیا گیا ہے:

(۱)

شہزادہ بیگم نے مولانا کو آموں کا تحفہ بھیجا جس کی رسید اور تشکر کے طور پر مولانا نے ذیل کے اشعار بھجوائے:

۲۴ر جولائی ۱۹۱۶ء

رغبت کچھ اس قدر ہے طبیعت کو آم سے
لیتا ہوں کام آم کا آموں کے نام سے
مضمر ہے اس میں نکتہ بھی اک اقتصاد کا
اس جیب کے لیے ہوئی خالی جو دام سے

دونوں ہی اپنے اپنے علاقے کے تاجدار
لنگڑے کا ذکر کم نہیں تیمور لنگ سے

(۲)

شہزادہ بیگم نے ۱۹۱۶ء میں مولانا سے گرمی کی کیفیت دریافت کی جس کے جواب میں مولانا نے لکھا:

معلّق سر پہ ہے دریائے اخضر
سمندر اُڑ گیا بن کر بخارات
پسینوں پر پسینے آ رہے ہیں
زمیں کے کھل گئے سارے مسامات

(۳)

اپنے گھریلو حالات کی اطلاع دینے کے لیے مولانا نے اپنی بیگم کی طرف سے ذیل کا منظوم خط لکھا:

کرم آباد ۱۹ر اکتوبر ۱۹۱۶ء (۱۴)

میری پیاری شہزادہ

آج پھر ہو گیا ہے مجھ کو بخار
ہے ہمارا تمام گھر بیمار
چار پائی ہے اور بستر ہے
جن تپ و لرزہ کا ہے سر پہ سوار
دودھ کوئی بلو نہیں سکتا
آگ جلنی بھی ہو گئی دشوار
صبح کے وقت آج چاء بھی میں
بڑی دقّت سے کر سکی تیار
جا کے پیرا بھی مر رہا ہے کہیں
اس موئے پر خدا کی ہو پھٹکار

تندرست ایک ہیں تمھارے بھائی
بیٹھ کر لکھ رہے ہیں جو اشعار
طعنہ دیتے ہیں مجھ کو کھانے پر
فاقہ بہتر ازین چپاتی چار
خط تمھارا ابھی ملا مجھ کو
دو صد و چار دھائے جس کا شمار
آ گئی جان جان میں اس سے
یا مگر آ گئی چمن میں بہار
والدہ کو سلام کر دو عرض
اور پہنچا دوں بچیوں کو پیار

(۴)

شہزادہ بیگم نے اپنے خط میں اپنی چچازاد کی طرف سے پہنچنے والی اذیت کا تذکرہ کیا جس نے کسی محفل میں شہزادہ بیگم کو برا بھلا کہا تھا ذیل کے اشعار اس خط کا جواب ہیں:

تمھیں دی جس نے گالی کیا ہی ناپاک اس کی طینت تھی
نہیں لکھا مگر تم نے وہ کس محفل کی زینت تھی
فقط اتنا بتاتی ہو کہ وہ بھی ایک رانی ہے
عجب رانی ہے جو شیطان کے نانا کی نانی ہے
روش مکروہ اور بھونڈی ہو ایسی جس لگائی کی
اسے جورو بنانا چاہیے عیسیٰ قصائی کی
یونہی قائم رہے گر اس کی شوخی اور بیباکی
تو مجھ کو سونپ دو حاجت ہے جس کو ایک ماما کی
مگر یہ شرط ہے بڑھیا بھی ہو اور زشت رو بھی ہو
نہیں پروا مجھے گو چڑچڑی ہو، تند خو بھی ہو
یہاں اُپلے بھی پاتھے اور پیسے آ کے چکی بھی
پکا کر روٹیاں مکّی کی کچّی اور پکّی بھی
ہمارے کچھ ملازم ہیں مشابہ اس سے خو بو میں
یہی کچھ فرق ہوگا جو ہے کھٹمل اور پسّو میں

تمھاری برکت۔ بقلم ظفر علی خان

ظفر

(٦)

شہزادہ بیگم نے مولانا سے مرزا غلام احمد قادیانی [۱۵] کی مخالفت کے اسباب دریافت کیے تھے جس کے جواب میں نظم ذیل [۱٦] میں بھجوائی گئی:

آپ کو سننی اگر ہو داستانِ میرزا
دیکھنے ہوں اپنی آنکھوں سے نشانِ میرزا
قادیاں میں جا کے چڑھنا ہو اگر مینار پر
اور کرنی ہو وہاں سیرِ جہانِ میرزا
وہ جہاں ہے آسماں جس کا جواب[اندر میاں؟]
جس کے اندر جلوہ گر ہیں قدسیانِ میرزا
جائزہ لینا بہشتی مقبرہ کا ہو اگر
دفن برسوں سے ہے جس میں استخوانِ میرزا
ہے اگر منظور لنگر خانہ کا نظّارہ بھی
اٹھ رہا ہے جس کے مطبخ سے دخانِ میرزا
اس نبوت کے پرخچے گر ہوں اُڑتے دیکھنے
جس کے قائل ہیں ابھی تک پیروانِ میرزا
الغرض پڑھنی اگر ہو قادیانیت کی شرح
مول لے لیجے ٹکے میں چیستانِ میرزا(۱۷)
اس میں مولانا ثناء اللہ کا رنگیں قلم!
لوٹے دیتے ہیں بہارِ بوستانِ میرزا
کوئی مولانا سے پوچھے بندہ پرور کس لیے
آپ نے چھینا ہے اندازِ بیانِ میرزا
گرمی بازارِ پنجاب از طفیلِ میرزا است
ہر چہ آتش می زنی اندر دکانِ میرزا

ظفر

(۷)

ذیل کے اشعار بھی شہزادہ بیگم کے نام ایک خط کی صورت میں لکھے گئے جن سے مولانا کی اپنے بیٹے بہو اور بیٹے کی ساس سے جذبات کا اظہار ہوتا ہے:

علی الصّباح کہ خورشید خواند قرآن را
پس از نماز نمودم [طواف بگرد ھا؟]
[سحاب؟]، رود تنک بستہ بود برسرِ من
[سواد صفرام غدا بو دم بہ علّتِ سودا؟]
غبار رویش شبنم بیک دو جرعہ چاء
کہ بود غیرتِ لعلِ مذاب در مینا
شکر گرفتہ زمنقارِ بلبلِ شیراز
فرست بلبل ہریانہ ایں پیام ترا

''چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بہ یاد آر حریفانِ باد پیمارا''

(حافظ)

(۸)

ذیل کے اشعار شہزادہ بیگم کی وفات (۱۳/نومبر ۱۹۱۸ء) کہے گئے، یہ اشعار مرحوم کے شوہر رانا فیروزالدین ایڈوکیٹ کے نام خط میں درج کیے گئے یوں تو مولانا نے شہزادہ بیگم کو اپنی منہ بولی بہن بنا رکھا تھا لیکن رانا فیروزالدین کو بھائی کہنے کی نسبت سے ان اشعار میں شہزادہ بیگم کو بھاوج کہا ہے آخری سے پہلے شعر میں شمع عقل فیروز میں بھی مرحومہ کے شوہر رانا فیروزالدین ہی کے گھرانے کی طرف اشارہ ملتا ہے:

بھاوج کی موت مجھ کو قیامت سے کم نہیں
بستی مری امید کی ویرانہ ہو گئی
جاتے ہی اس [کے] تیرگیِ بختِ واژگوں
ظلمت فزائے کنجِ سیہ خانہ ہو گئی
تھی اس کی خواہرانہ محبت نشاطِ زیست
اب زندگی نشاط سے بیگانہ ہو گئی
مردوں کو بھی نہ حوصلہ اس کا نصیب تھا
افسانہ اس کی ہمّتِ مردانہ ہو گئی
طبع اس کی صیدِ وحشیِ معنی کو تھی کمند
اور گیسوئے ادب کے لیے شانہ ہو گئی
آراستہ تھی زیورِ فضل و کمال سے
دانش بھی اس کے فیض سے فرزانہ ہو گئی
افسوس شمعِ محفلِ فیروز گل ہوئی
ختم اس کے ساتھ گردشِ پیمانہ ہو گئی
کہہ دو بہار سے کہ نہ لے راہ باغ کی
خاموش آج بلبلِ ہریانہ ہو گئی

ظفر

(۹)

کرم آباد۔۱۳/مارچ ۱۹۱۸ء

میری پیاری بہن

جب تک اخبار نویسی زنجیر پا[۱۸] تھی اور اس کے گونا گوں مشاغل سنگ راہ تھے خط لکھنا میرے لیے مشکل تھا لیکن اب تو میں ہوں اور نامہ نگاری ہے اور تم ہو۔ مگر لکھوں کیا......؟ یہی چاہتا ہوں کہ جیسا میں ہو چلا ہوں ویسی ہی تم بھی بن جاؤ۔ میں کیا ہو چلا ہوں سنو چار بجے صبح کے آنکھ کھلتی ہے جب کہ آسمان پر تارے پھیکے ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور چاند بھی چمک رہا ہوتا ہے بشرطیکہ اس کا چمکنے کا اور اس وقت آسمان پر موجود ہونے کا زمانہ ہو۔

آن سحر خیزم کہ مہ را درشبستان دیدہ ام

اٹھتا ہوں اور وضو کر کے تہجد پڑھتا ہوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ ہمارے آقا و مولا ہماری نجات کے کفیل، ہمارے دین کی آنکھوں کے تارے کی سنت ہے

یَاَیُّهَاالْمُزَّمِّلُ ○قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ○ (اے کپڑے میں لپٹنے والے۔کھڑا رہ رات کومگر کسی رات)[۱۹]

نوافل سے فارغ ہو کر قرآن پڑھتا ہوں اور بڑے بڑے اسرار و معارف کے دروازے مجھ پر کھلتے ہیں، کسی وقت بتاؤں گا کہ کیسے کیسے اشارے اس عالمِ قدس میں مجھے ہوئے ہیں اور کیسی کیسی سچی بشارتیں ان واقعات کے متعلق جو پیش آ رہے ہیں اور پیش آنے والے ہیں (اور جنھیں میں ان اپنی آنکھوں سے اسی طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح روزِ روشن میں آفتابِ عالم تاب کو مطلعِ فلک پر) مجھے ہوئے ہیں اتنے میں نماز فجر کا وقت آ جاتا ہے نماز پڑھتا ہوں اور پھر تھوڑی دیر کے لیے سو رہتا ہوں پھر اٹھتا ہوں اور تھوڑی سی ورزش کر کے غسل کرتا ہوں اتنے میں چاء آ جاتی ہے، چائے پی کر باہر نکلتا ہوں اور خدا کی قدرتوں کے جلوے میری نگاہ کے سامنے ہوتے ہیں۔ظہر، عصر، مغرب عشاء کا وقت پے بہ پے آتا ہے اور مجھے توفیق دی جاتی ہے کہ حضرت باری عزاسمہ کے آستانہءجلال پر اپنی جبینِ نیاز کو رکھوں اور اس سے گڑگڑا کر وہ دعائیں مانگوں جو ایک مسلمان کے دل کی عزیز ترین تمنائیں ہیں رات آتی ہے نمازِ عشاء کے بعد کھانا کھاتا ہوں اور بستر پر جادراز ہوتا ہوں سامنے کوئی کتاب ہوتی ہے اسے پڑھتے پڑھتے آنکھ لگ جاتی ہے اور عالمِ خواب میں ایک سہانی دنیا، تخیل کی، سامنے آ جاتی ہے اور اچھے اچھے خواب دکھائی دیتے ہیں۔ یہ ہے میری زندگی کی ایک مختصر سی روزانہ روداد!

تم کو، جو مجھے بہت ہی عزیز ہو، میں ایسی ہی دیکھنا چاہتا ہوں اور تمھارے بچوں کو بھی عملاً جو مجھے اختر[۲۰] کی طرح عزیز ہیں میں ایسا ہی دیکھنا چاہتا ہوں

تہجد تم شاید نہ پڑھ سکو کہ۔اِنّ نَا شِئَته الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَ طْاً وَّ اَقْوَمة قِیْلًا (البتہ اُٹھنا رات کو سخت روندتا ہے اور سیدھی نکلتی ہی بات)[۲۱]

رات کا اٹھنا عبادت باری کے لیے مشکل اور محنت طلب لیکن پانچ وقت کی نماز اور قرآن جس کی نسبت کَانَتْ عَلَی الْمُئوْ مِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْ تًا[۲۲] (مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں) قرآن کریم میں آیا ہے کچھ مشکل نہیں۔ اس پر التزام کے ساتھ عامل ہو اور خورشید اور زبیدہ[۲۳] کو بھی اس کا عادی بناؤ۔ بچپن میں جو عادتیں پڑ جاتی ہیں فطرتِ ثانیہ ہو جاتی ہیں اور آخر وقت تک ساتھ دیتی ہیں یہ عادت ان میں ڈالو گی تو خداوندِ کریم جنّت الفردوس میں تمھیں اور انھیں جگہ دے گا۔ رضیہ اور مہ لقا[۲۴] بھی بہت کم سن ہیں لیکن انھیں ابھی سے نماز کی پابند بنانے کی کوشش کرو۔ آفتاب[۲۵] اگرچہ تمھارے پاس نہیں رہتا۔ تربیت اس کی بھائی فیروز اچھی طرح کر رہے ہیں لیکن نماز پڑھتے میں نے اسے نہیں دیکھا۔ انھیں لکھ بھیجو کہ اسے پابندِ صلوٰۃ بنائیں۔

باقی خاندان کے سب لوگوں پر بھی تمہارا ایک خاص اثر ہے کیوں نہ اس اثر سے کام لو اور ان کے کان میں یہ باتیں اٹھتے بیٹھتے ڈالا کرو۔ اس وقت صرف اس قدر باقی پھر۔

حوالہ جات/حواشی

۱۔ مسلمان عورتوں کی اصلاح وترقی کے لیے۱۹۰۴ء میں علی گڑھ سے جاری کیا گیا ماہ وار رسالہ جس کے بانی مدیر شیخ محمد عبداللہ تھے

۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا مشہور جریدہ جو کلکتہ سے ۱۹۱۱ء میں جاری ہوا۔

۳۔ مولانا محمد علی جوہر کا ہفتہ وار اخبار جو ۱۹۱۱ء میں جاری کیا گیا۔

۴۔ مولانا ظفر علی خان مراد ہیں

۵۔ منشی محبوب عالم کا مشہور زمانہ اخبار پیسہ اخبار، ۱۸۸۷ء میں لاہور سے جاری ہوا، انارکلی بازار کی ایک گلی اب بھی پیسہ اخبار سٹریٹ کے نام سے معروف ہے۔

۶۔ مکتوب بنام انیسہ خاتون شروانیہ مکتوبہ ۱۷ جنوری ۱۹۱۴ء بحوالہ ڈاکٹر فاطمہ حسن ز خ ش حیات و شاعری کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ کراچی: انجمن ترقی اردو ۲۰۰۷ء ص ۱۰۸

۷۔ مکتوب بنام لیلی خواجہ بانو (زوجہ خواجہ حسن نظامی) محولہ بالا ص ۱۰۹

۸۔ مکتوب بنام لیلی بانو خواجہ (زوجہ خواجہ حسن نظامی) محولہ بالا ص ۱۱۰

۹۔ ۱۹۱۸ء میں جب کہ مولانا کرم آباد میں نظر بندی کا زمانہ گزار رہے تھے انھیں ایک باؤلے کتے نے کاٹ لیا تھا جس کے علاج کے لیے انھیں کسولی (ڈلہوزی) لے جایا گیا تھا۔

۱۰۔ شان الحق حقی: ز خ ش کی شخصیت خطوط کے آئینے میں، در ارمغان شیرانی مرتبین ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر زاہد منیر عامر لاہور: شعبہ اُردو پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج ۲۰۰۲ء ص ۲۶۵

۱۱۔ عورتوں کی اصلاح وترقی کے لیے جاری کیے گئے ایک اخبار کا نام

۱۲۔ سر سید احمد خان کے تہذیب الاخلاق کی طرز پر خواتین کی اصلاح وترقی کے لیے شمس العلما مولوی سید ممتاز علی نے ۱۸۹۸ء میں جاری کیا، اس کی ادارت کے فرائض مختلف اوقات میں مولوی سید ممتاز علی کے اہلِ خانہ نے انجام دیے۔ یہ رسالہ اکاون برس تک شائع ہوتا رہا۔

۱۳۔ ریحانہ خاتون ظفر علی خان کی غیر مطبوعہ تحریریں تدوین ومقدمہ مقالہ برائے ایم۔فل اُردو اسلام آباد علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۹۳۔۱۹۹۲ء

۱۴۔ مولانا ظفر علی خان کو ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت ۱۷/۱ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو کرم آباد میں نظر بند کر دیا گیا تھا اور ۲۴/دسمبر ۱۹۱۴ء سے زمیندار کی اشاعت پر بھی پابندی عاید کر دی گئی تھی اس کے بعد ۱۹۱۸ء تک مولانا اپنی رہائی اور اخباری مصروفیت کی بحالی کے لیے کوشاں رہے لیکن ایک غیر سیاسی اخبار ستارہ صبح کی اشاعت کی اجازت کے سوا انھیں اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ ۱۹۱۸ء ان کی کرم آباد میں نظر بندی کا آخری سال ہے۔

۱۵۔ مشہور مدّعی نبوّت مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء......۱۹۰۸ء)

۱۶۔ بعد کے زمانے میں اس موضوع پر خود مولانا ظفر علی خان کی نثر و نظم کا مجموعہ ارمغانِ قادیان منصور سٹیم پریس لاہور سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔

۱۷۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قادیانیت کے خلاف متعدد کتابیں تحریر کیں جن میں سے ایک کتاب کا نام چیستان میرزا ہے۔

۱۸۔ مولانا کی اخبار نویسی کا آغاز ان کے اوائل شباب ہی سے ہو گیا تھا۔

۱۹۔ اے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات (یا تھوڑا سا حصہ رات کا) المزمل ۲،۱

۲۰۔ مولانا ظفر علی خان کے فرزند مولانا اختر علی خان (۶ ردسمبر ۱۸۹۴......۱۷/اکتوبر ۱۹۵۸ء)

۲۱۔ البتہ اُٹھنا رات کو سخت روندتا ہے (نفس کو) اور سیدھی نکلتی ہے بات (دل سے) المزمل۔۶

۲۲۔ بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر وقتوں میں النسا ۱۰۳

ہمارے پیش نظر خط کے متن میں یہ آیت موجود نہیں بلکہ اس مقام پر خلا رہ گیا ہے لیکن سباق کلام یہاں اس آیت کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔

۲۳۔ مکتوب الیہ شہزادہ بیگم کی بیٹیوں کے نام خورشید (۲۵ ردسمبر ۱۹۰۴ء......۱۷/اکتوبر ۱۹۹۹ء) بعد ازاں مولانا کے بیٹے اختر علی خان کے عقد میں آئیں اور زبیدہ نے کم سنی میں ۳ رنومبر ۱۹۱۸ء کو انتقال کیا۔

۲۴۔ یہ بھی مکتوب الیہا کی تیسری اور چوتھی بیٹیوں کے نام

۲۵۔ مکتوب الیہا کا بیٹا